نظام الملک آصف جاہ

از - شیخ چاند ام اے - ال ال - بی

سلسلۂ مطبوعات ادارۂ ادبیات اُردو شمارہ (۲۵)

نظام الملک آصفجاہ اوّل

نواب میر قمرالدین خاں فتح جنگ نظام الدولہ نظام الملک آصفجاہ اوّل
غفراں مآب بانی سلطنت آصفیہ کے مجمل حالات و مستند واقعات زندگی
جو عوام اور طلبہ کے لئے سلیس اور شگفتہ زبان میں تحریر کئے گئے ہیں

از

مولوی شیخ چاند مرحوم
ام اے۔ ال ال بی (ریسرچ اسکالر)
مولف۔ ملک عنبر۔ ایکناتھ۔ سودا وغیرہ

۱۹۳۹ء
مطبع اعظم جاہی اسٹیم پریس میں طبع ہو کر دفتر ادارہ رفعت منزل خیریت آباد سے شائع ہوئی
قیمت
۸/

اِدارۂ ادبیاتِ اُردو کی دُوسری کتابیں

کتاب	قیمت	کتاب	قیمت
مرقعِ سخن (جلد اول)	صمہ	نذرِ ولی	عالہ ۸ر
مرقعِ سخن (جلد دوم)	صمہ	نقدِ سخن	عہ
سِراجِ سخن	۱۲ر	گریہ و تبسم	عال
ایمانِ سخن	۱۲ر	مشاہیر قندھار دکن	عہ
فیضِ سخن	۱۲ر	مدراس میں اردو	عہ ۸ر
بادۂ سخن	۱۲ر	من کی دنیا	عہ
کیفِ سخن	۱۲ر	نذرِ دکن	عہ ۱۲ر
متاعِ سخن	۱۲ر	محرم نامہ	عہ
ورڈز ورتھ اور اس کی شاعری	عہ ۱۲ر	روحِ غالب	عالہ ۸ر
ٹیگور اور ان کی شاعری	عہ ۱۲ر	عاصمہ (ناول)	عہ ۱۲ر
یوسف ہندی قیدِ فرنگ میں	۸ر	من کی بپتا	۸ر
ہوش کے ناخن (ڈرامہ)	عہ	سرگذشتِ غالب	۸ر

فہرست

دیباچۂ عمومی

ڈاکٹر سید محی الدین قادری صاحب زورؔ ایم اے - پی ایچ ڈی (لندن)

		صفحہ			صفحہ
۱	تمہید	۹	۸	وفات	۲۶
۲	آباواجداد	۱۱	۹	شخصیت اور سیاسی تدبّر	۲۷
۳	ابتدائی زندگی	۱۳	۱۰	مرہٹوں کا مقابلہ	۲۹
۴	عروج	۱۵	۱۱	اہلِ یورپ سے روابط	۳۱
۵	سلطنتِ دکن	۱۷	۱۲	علوم و فنون اور اربابِ فضل و کمال سے دلچسپی	۳۲
۶	حملۂ نادری	۲۱	۱۳	سیرت	۳۵
۷	مراجعتِ دکن اور توسیعِ ممالکِ محروسہ	۲۴	۱۴	خاتمہ	۳۹

دیباچۂ عمومی

"ادارۂ ادبیات اُردو" اس امر کی خاص طور پر کوشش کر رہا ہے کہ علوم و فنون کو عام کیا جائے، اور بڑے بڑے موضوعوں پر ایسی چھوٹی کتابیں شائع کی جائیں جن میں طلبہ اور کم علم اصحاب کے لئے مجمل اور ضروری معلومات صاف اور سادہ زبان میں دلچسپ طریقہ پر پیش کی گئی ہوں وہی ادب زیادہ مفید ہے اور وہی ادیب اور شاعر قابلِ مبارکباد ہیں جو اپنی قوم کے زیادہ سے زیادہ افراد کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ اب وہ زمانہ نہیں رہا کہ زبان یا ادب کو کسی خاص طبقہ یا حلقہ تک ہی محدود رکھا جائے اور اس سے لطف اندوز ہونے والے چند خاص خاص اہل ذوق یا کسی مخصوص شہر یا حصۂ ملک کے رہنے والے ہی ہوں۔

اب ہر قسم کی بندشیں اور حدود ٹوٹتے جا رہے ہیں، اور اکثر کاموں کا عوام کے فائدے اور سب کی دلچسپی کے لئے ہونا ضروری ہے۔ حضرت نظام الملک آصف جاہ اول کے متعلق اس وقت تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن کوئی ایسی کوشش اب تک منظرِ عام پر نہ آسکی جو طلبہ اور عوام کی ضرورت کو پیش نظر رکھ کر کی گئی ہو۔ مولوی شیخ چاند مرحوم نے شاید اسی غرض سے اس کام کا آغاز کیا تھا۔ ان کے اس مضمون کو کتابی صورت میں شائع کرنے کے ساتھ ہی "ادارہ" کوشش کرے گا کہ دوسرے سلاطین آصفی کے

مختصر سوانح حیات بھی لکھوائے جائیں اور کتابی صورت میں اسی طرح شائع ہو

یہہ چھوٹی سی کتاب نہ صرف اس لئے اہم ہے کہ اس میں سلطنت آصف
کے قابل احترام بانی کے حالات زندگی درج ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ یہہ
مرحوم شیخ چاند کی آخری تحریروں میں سے ہے، اور پہلی دفعہ شائع ہو رہی
یقین ہے کہ مدرسوں کے طلبہ اور تاریخ سے عام دلچسپی رکھنے والے اس کو
شوق سے پڑھیں گے ۔

سیّد محی الدین قادری زور

۲۵ مارچ ۳۹ء

تمہید

حضرت آصف جاہ مغفرت مآب کی شخصیت تاریخ ہند میں ایک خاص نمایاں حیثیت رکھتی ہے وہ عہد عالمگیر سے لے کر محمد شاہ کے آخر زمانہ تک امارت و وزارت کے ذمہ دار عہدوں پر فائز رہے اور کم و بیش تیس سال تک دکن کے چھ صوبوں پر فرمانروائی کی ۔

یہ وہ پُر آشوب زمانہ ہے جس میں مغلوں کی عظیم الشان سلطنت کی طنابیں کٹ رہی تھیں ۔ ہر جگہ سیاسی و معاشی انتشار و اضطراب کارفرما تھا۔ افلاس و تباہی کا گھن لگ چکا تھا اور ادبار و بدبختی کی بلائیں نازل ہو رہی تھیں قتل و غارت اور حکومت کے زوال و انحطاط دنیا کی بے ثباتی اور ناپائیداری کے ہولناک نقوش دلوں پر ثبت کر رہے تھے ۔ خونیں اور بھیانک مناظر دکھائی دے رہے تھے اس وقت دنیا ایک تصویر نظر آتی تھی جو امن و اطمینان اور راحت و مسرت کے رنگ سے خالی تھی ۔ موروثی و خاندانی امراء کے سیاسی اقتدار کو استحکام نصیب نہ تھا ان کے عزل و نصب اور عروج و زوال کے رنگ غیر معمولی تیزی سے بدل رہے تھے عمر کا رہوار رہا دیا اور زندگی کی عمارت پا در ہوا نظر آتی تھی ۔ ان دردناک و تباہ کن انقلابات کی ذمہ داری والیانِ ملک اور اعیانِ حکومت کی نااہلی پر تھی جن کی رگوں میں سپاہیانہ خون کا ایک ضعیف قطرہ بھی نہ تھا اور دماغوں سے سیاسی تدبر کی روشنی کافور ہو چکی تھی ۔ دربار خود غرض اور سازشی امراء کا اکھاڑا بن گیا تھا

ملک اور سیاست کی باگ کم لیاقت اور نااہل مصاحبوں کے ہاتھوں میں تھی ایسے نازک دورِ حکومت کے وقت نواب مغفرت مآب حضرت آصف جاہ بہادر نے غیر معمولی تدبّر اور بے مثل سپاہیانہ اولوالعزمی سے کام لیا، اور حوصلہ شکن ماحول اور صبر آزما موانعات کے باوجود مغلیہ فتوحات کو برقرار رکھنے اور دکن میں اس کے سیاسی اقتدار کو از سرِ نو قائم کرنے میں جانفشانی کے وہ جوہر دکھائے کہ بالآخر ایک حکمران خاندان کی مستحکم و مضبوط بنیاد ڈال دی اور گو مغلوں کی سلطنت کو صفحۂ دہر سے مٹے ہوئے ایک مدت گذر گئی لیکن اس کی زندہ یادگار سلطنت حضرت آصفجاہ کے طفیل میں اب تک باقی و برقرار ہے اور کم و بیش دو سو سال سے کامیاب جہاں بانی و حکمرانی کا حق ادا کر رہی ہے اس کے سایہ میں ہم امن و اطمینان اور راحت و مسرت کے مزے لوٹ رہے ہیں ۔

جس مقدس بزرگ کے روحانی فیوض، سیاسی تدبّر اور سپاہیانہ جانفشانیوں سے متمتع ہو رہے ہیں ہمارا (ناقابل فراموش) فرض ہے کہ ہم اس کے پاک سوانح سے باخبر رہیں، اس کی بے لوث زندگی سے سبق حاصل کریں اور اس کے واجب التعظیم مقصدِ حیات کی روشنی میں ملک و وطن کی خدمت کے لئے اپنی جانوں پر کھیلنا سیکھیں آج کی صحبت میں ہم سلطنت آصفیہ کے اس واجب الاحترام بانی کی سوانح حیات پر ایک سرسری نظر ڈالیں گے ابتداً آپ کے آباد اجداد کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے تاکہ یہ اندازہ ہو کہ آپ نسلاً کس بلند رتبہ پر فائز ہیں ۔

آبا و اجداد

آپ کا سلسلۂ نسب حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ تک پہنچتا ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ پر منتہی ہوتا ہے۔ آپ کے جد مادری سعد اللہ خاں شاہ جہاں کے وزیر اعظم تھے۔ آپ کے جد پدری نواب عابد خاں عہد شاہ جہاں میں وارد ہندوستان ہوئے اور اپنے علم و فضل کی وجہہ سے بادشاہ سے روشناس ہوئے۔ بادشاہ نے کمال قدر دانی کی اور منصب چہار صدی سے سرفراز کر کے شہزادۂ اورنگ زیب کی اتالیقی پر مامور فرمایا۔ جب اورنگ زیب کو اپنے بھائیوں کے ساتھ محاربہ پیش آیا تو یہ بھی ہمراہ تھے اور جب اورنگ زیب سریر آرا ہوا تو چہار ہزاری کا منصب عطا ہوا۔ چوتھے سال صدارتِ کل کی خدمت عطا ہوئی اور اس کے بعد منصب پنج ہزاری اور خطاب قلیچ خاں۔ اس کے بعد مختلف علاقوں کی صوبہ داری عطا ہوئی ۱۰۹۸ھ میں قلعہ گولکنڈہ کے محاصرے کے وقت توپ کے گولے کے زخم کی وجہہ سے آپ کا انتقال ہو گیا۔

آپ کے فرزند میر شہاب الدین تھے جو منصب ہفت ہزاری و ہفت ہزار سوار اور خطاب غازی الدین خاں فیروز جنگ سے سرفراز ہوئے شہنشاہ عالمگیر کی نظر میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ دکن کے معرکوں میں آپ نے جانثاری اور دلیری کے وہ جوہر دکھائے کہ عالمگیر قائل ہو گیا اور اپنے بچوں سے زیادہ چاہنے لگا۔ مہم بیجاپور کے سلسلہ میں ایک ایسا نازک وقت آگیا تھا کہ معظم جاہ چند سواروں سمیت لاکھوں کی فوج میں گھر گیا تھا اس کے ساتھ اس کی بیوی اور دو بیٹے بھی تھے۔ اس وقت خاندان تیموریہ کی عزت و

ناموس کا سوال تھا سب بے قرار و جاں بلب تھے عالمگیر نے آپ کو طلب کیا اور صورت حال سے واقف کیا اثرات کافی ہو گئی تھی لیکن آپ اسی وقت جمیعت و رسد کو لے کر روانہ ہو گئے اور آدھی رات بھی نہ گذرنے پائی تھی کہ رزم گاہ تک پہنچ گئے اور غنیم کے دل بادل لشکر کو چیرتے پھاڑتے شہزادوں تک پہنچ گئے اور ان کو اپنی جان پر کھیل کر دشمنوں کے نرغے سے بچا لیا اِس موقع پر بادشاہ نے آپ کو جو خط لکھا اس میں اِس طرح مخاطب کیا "فرزند بے ریو ورنگ غازی الدین خاں فیروز جنگ" اسی وقت آپ کو فرزند ارجمند کا خطاب عطا کیا حد سے زیادہ تعریف و تحسین کی شکرانہ میں دو رکعت نماز ادا کی اور یہہ دعا چاہی "یا خدا آج جس طرح غازی الدین فیروز جنگ نے تیموری خاندان کی لاج رکھ لی اسی طرح تو اس کے خاندان کی عزت و آبرو قیامت تک برقرار رکھ" اس واقعہ سے خاندان آصفیہ کی وقعت و عظمت کا نہایت واضح و بیّن ثبوت ملتا ہے عالمگیر کے بعد فیروز جنگ شاہ عالم کے زمانہ میں صوبہ داری گجرات پر مامور ہوئے اور ۱۱۲۲ھ میں اس دار ناپائیدار سے کوچ فرمایا آپ کے فرزند نواب نظام الملک آصف جاہ بانی سلطنت آصفیہ ہیں۔

ابتدائی زندگی

آپ کا اصلی نام میر قمر الدین اور سنِ ولادت ۱۰۸۲ھ ہے "نیک بخت"
سے سن ولادت نکلتا ہے آپ کی ابتدائی تعلیم و تربیت نہایت باقاعدہ طور پر ہوئی اور
آداب و اخلاق کی نگہداشت اس عمدگی سے ہوئی کہ جب پہلی مرتبہ آپ اپنے والد کے
ہمراہ دربار عالمگیر میں تشریف لے گئے تو بادشاہ نے آثار دیکھ کر کہا کہ "یہہ بچہ نہایت ہونہار ہے
اس کی تعلیم و تربیت کا خاص اہتمام کرو" اور ساتھ ہی حکم دیا کہ "میر قمر الدین کو ہفتہ میں
ایک بار ہمارے پاس بھیجا کرو"

آپ کی ذہانت و دراکت کے باب میں ایک روایت مشہور ہے کہ شہنشاہ عالمگیر
باغ میں چند امراء سمیت سیر و تفریح میں مصروف تھا میر قمر الدین کی عمر سولہ سال کی
تھی یہہ بھی شریک تھے بادشاہ نے امراء سے سوال کیا کہ "ایک مدت سے ہم دیکھتے ہیں کہ
یہہ درخت بڑھتا نہیں ہے کیا وجہہ ہے کسی سے کوئی جواب بن نہ پڑا آپ نے جواب دیا کہ
اس کے قریب تناور درخت ہیں۔ قاعدہ ہے کہ بڑوں کے مقابل چھوٹا پنپ نہیں سکتا بادشاہ
نے کہا "این کودک بے تخت و تاج پادشاہی خواہد کرد" یہہ عمل فراغ تحصیل تک برابر جاری رہا

آپ نے عالم شباب میں پہونچنے سے قبل علوم متداولہ پر کامل عبور حاصل کر لیا اور
عربی، فارسی، ترکی اور ہندی زبانوں میں استادانہ مہارت پیدا کر لی۔ آپ نے فنون
حرب و سپاہ گری میں بھی نہایت باضابطہ اور مکمل تربیت حاصل کی تھی۔

اب ہم آپ کی زندگی کے مختلف شعبوں پر ایک سرسری نظر ڈالتے ہیں۔ آپ کی

فوجی و سپاہیانہ زندگی کا آغاز ریعانِ شباب میں ہوگیا تھا۔ ابتداءً عالمگیر نے منصب چہار ہزاری اور خطاب چین قلیج خاں سے سرفراز فرمایا قلعہ واکن کھیڑہ کی تسخیر میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ بادشاہ نے آپ کو پنج ہزاری کا منصب عطا کیا جب عالمگیر نے رحلت کی اور اس کے بیٹوں میں تنازعہ برپا ہوا تو آپ نے کمال تدبر سے رشتۂ احتیاط کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور بالکل غیر جانب دار رہے۔

جب شاہ عالم سریر آرائے سلطنت ہوئے تو آپ کو ۱۱۲۴ھ میں خاں دوراں بہادر کے خطاب سے سرفراز کیا اور صوبہ داری اودھ کے ساتھ لکھنو کی فوجداری بھی عطا کی لیکن جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں سلطنت کی جڑیں کھوکھلی ہوچکی تھیں اور امراء کی سازشوں اور والی ملک کی نااہلی سے سلطنت کی کتاب تنظیم و تنسیخ کا ورق ورق بکھر گیا تھا یہ رنگ دیکھ کر آپ نے نوکری سے استعفاء دے دیا اور دہلی میں آکر خرقۂ درویشی پہنا اور زاویہ نشین ہوگئے۔

شاہ عالم کے بعد جب حکومت چند روزہ محمد معزالدین کے حصہ میں آئی تو اس نے اصل منصب اور خطاب سابق سے سرفراز کیا اس موقع پر ہند کے فقراء بے قید آپ پر طعنہ کسنے لگے کہ خرقہ درویشی کو اتار کر پھر لباس دنیا میں برآمد ہوئے اس جماعت شریفہ کا شعار دریوزہ گری ہے۔ گدایانہ تکبر میں انھوں نے پھر کبھی خود سے سوال نہیں کیا۔

عروج

جب محمد فرخ سیر تخت سلطنت پر متمکن ہوا تو آپ کو نظام الملک بہادر فتح جنگ کے خطاب اور منصب ہفت ہزاری سے سرفراز کرکے صوبہ داری دکن پر مامور فرمایا یہ وہ زمانہ ہے جب کہ الوالعزم مغلوں کا تخت و تاج بارہہ کے سیدوں کے ہاتھ میں تھا وہ سلطنت کے سیاہ و سپید کے مالک ہو رہے تھے بادشاہ برائے نام تھا اور ان کے ہاتھ میں کٹ پتلی انھوں نے آپ کی بجائے امیر الامرا سید حسین علی خاں کو صوبہ دار دکن مقرر کرایا جب آپ دہلی واپس ہوئے تو بادشاہ نے مراد آباد کی حکومت آپ کے تفویض کی کچھ ہی عرصہ میں سیدوں کو بادشاہ سے رنجش ہوئی معاملہ یہاں تک بڑھا کہ انھوں نے اسے اندھا کرکے زندان میں قتل کر دیا مرزا بیدل کا مشہور تاریخی مصرع ہے۔

"سادات بوئے نمک حرامی کردند" ۱۱۳۱ھ

یہ زمانہ سیدوں کے عروج و اقبال کے منتہا کا تھا۔ سات مہینے کے عرصہ میں انھوں نے چار بادشاہ تخت پر بٹھائے اور نظام الملک بہادر کو مراد آباد کی بجائے مالوے کی حکومت سپرد ہوئی سیدوں نے جس آخری بادشاہ کو تخت پر بٹھایا وہ محمد شاہ ہے یہ سترہ سالہ رنگیلا نوجوان اس لائق نہ تھا کہ سلطنت کی ڈھئی ہوئی عمارت کو سنبھال سکے اس کا نتیجہ رفتہ رفتہ یہ ہوا کہ مختلف صوبے خود مختار ہونے لگے اور سلطنت کے حدود گھٹتے گئے حکومت بے جان تھی اور صرف ڈھانچہ رہ گیا تھا۔ اس کے ابتدائی دور میں سادات بارہا کی تباہ کن کارستانیوں، سفاکانہ خود غرضیوں اور بے رحمانہ دست درازیوں کا زور حد سے زیادہ

بڑھ گیا تھا۔ کارداں اور لایق امراء نے جب یہہ عالم دیکھا تو ان کے درپے استیصال ہوئے
اس موقع پر دوسرے امراء اور خصوصاً نظام الملک بہادر اور ان کے چچا زاد بھائی
میر محمد امین خاں نے اپنے تدبّر و کارگزاری سے ان کا زور توڑا یہاں تک کہ ۱۱۳۳ھ کے
بعد ہی ان کا بظاہر نام لیوا نظر نہ آتا تھا، ۱۱۳۳ھ میں وزارت محمد امین کو ملی اور ان کے
بعد ۱۱۳۴ھ میں نواب آصف جاہ بہادر کو۔
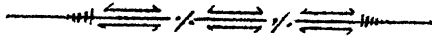
سلطنت دکن

حضرت آصف جاہ نے دہلی میں جب بادشاہ کی نااہلی اور غفلت کا رنگ دیکھا اور انھیں امرائے پائے تخت سے بوئے نفاق آنے لگی تو دکن سدھارے اور یہاں اپنی نئی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو ۱۱۳۶ھ میں خود مختار تسلیم کرلی گئی۔ مملکت ہند کے بائیس صوبوں سے دکن کے چھ صوبے آصف جاہی تصرف میں آگئے۔ یہ وہ وسیع و عریض علاقہ ہے جس پر ایک زمانہ میں دکن کے پانچ مختلف باجبروت و صاحب سطوت بادشاہ حکومت و جہانبانی کرتے تھے۔ یعنی نظام شاہ، عادل شاہ، قطب شاہ، برید شاہ اور عماد شاہ۔ اس افراتفری انتظامی خرابی اور ابتری کے زمانہ میں سلطنت کے اس طویل وسیع حصہ پر اقتدار پانا اور اس پر کامیاب حکومت کرنا غیر معمولی تدبر اور بے مثل سپہ سالاری کا محتاج تھا۔

تفصیل ان واقعات کی یہ ہے کہ جب نظام الملک بہادر نے دوم سن جلوس محمد شاہی یعنی ۱۱۳۲ھ مالوے کو چھوڑ کر دکن کا رخ کیا اس وقت ان کے ساتھ آٹھ دس ہزار آدمی تھے انھوں نے فوراً دریائے نربدا کو عبور کیا اسیر گڑھ اور برہان پور بے جنگ و جدل ہاتھ آگئے۔ سیدوں نے ان کے استیصال کی غرض سے سید دلاور علی خاں کو راجپوتانہ کے جنوب میں لگا رکھا تھا۔ اس نے آپ کا تعاقب کیا آپ برہان پور سے اس کے مقابلے کے لئے روانہ ہوئے دونوں میں مقابلہ ہوا سید دلاور علی خاں قتل ہوا۔ آپ برہان پور کی طرف لوٹے کہ امیر الامراء نائب دکن کا بھتیجا سید عالم علی خاں آپ کے

مقابلے کے لئے برہان پور روانہ ہوا۔ اس کے ساتھ مرہٹے راجپوت اور بارہا کے بہت سے نامور جنگجو شریک ہوگئے۔ بالاپور کے نواح میں بڑے معرکہ کا رن پڑا نوجوان سید جوش میں تہور میں مارا گیا۔ اور آپ مظفر و منصور داخل اورنگ آباد ہوگئے۔ سادات بارہا شیروں کی طرح لڑے مگر ان کے نامی سرداروں میں سے ایک شخص زندہ نہ گیا دونوں میدانوں میں نواب نظام الملک نے کامل فتح پائی اور ملک دکن سیدوں کے دست تصرف سے نکل گیا

امیر الامراء نے یہ خبر سن کر اپنے بڑے بھائی قطب الملک کو پائے تخت دہلی کا انتظام سپرد کیا اور خود بادشاہ کے ساتھ عازم دکن ہوا۔ ابھی انھوں نے تھوڑا ہی فاصلہ طے کیا تھا کہ امیر الامراء عین پالکی میں قتل ہوگیا۔ اس کے بھائی قطب الملک نے جب یہ خبر سنی تو ایک لشکر جرار فراہم کیا، لیکن اپنے حریفوں سے عہدہ برا نہ ہوسکا شکست فاش کھائی اور گرفتار ہوگیا اور اس طرح ۱۱۳۳ھ میں مغل بادشاہ محمد شاہ نے سیدوں کے پنجے سے چھٹکارا حاصل کر لیا۔ اب وزارت نواب نظام الملک کے چچا زاد بھائی محمد امین خاں کے حصہ میں آئی لیکن اجل نے انھیں فرصت نہ دی اور وہ چند ہی دنوں میں انتقال کر گئے

۱۱۳۴ھ میں نواب نظام الملک کو محمد شاہ نے پایہ تخت میں طلب کیا اور خطاب نواب آصف جاہ اور منصب وزارت عطا کیا اس تجربہ کار با تدبیر سردار کی سعی سے یہ توقع بندھی تھی کہ تمام خرابیاں دور ہو جائیں گی لیکن محمد شاہ کی بزم عیش میں قابلیت تدبر اور جفاکشی کی پرستش نہ تھی نواب آصف جاہ کو چند ہی روز میں دربار دہلی کا رنگ دیکھ کر مایوسی ہوگئی اور وہ دکن واپس چلے آئے لیکن اس عرصہ میں انھوں نے

گجرات کی بغاوت کو فرو کیا جس کی بنا پر ان کو حکومت دکن کے ساتھ صوبہ داری مالوہ و گجرات بھی عطا ہوئی یہہ سب کچھ ہوا لیکن انھوں نے دکن کا رخ کرنا مقدم سمجھا اس کے کئی اسباب تھے اول تو راجہ ساہو کے وزیر با پیشوا بالاجی کی کوشش سے مرہٹے پھر زور پکڑتے جاتے تھے۔ دوسرے دربار دہلی کے اشارہ سے حیدرآباد کے ناظم مبارز خاں نے نواب آصف جاہ کے خلاف علم سرکشی بلند کر رکھا تھا اور دکن کی صوبہ داری کے دعوے سے اورنگ آباد کی طرف پیش قدمی کر رہا تھا۔ نواب آصف جاہ کے دکن پہونچتے ہی یہہ تمام مفسدے دب گئے مبارز خاں لڑائی میں مارا گیا مرہٹوں کو جابجا ناکامی نصیب ہوئی کیونکہ کسی مستقل مزاج اور مستعد دشمن کے مقابلے میں ان کے پاؤں نہ جمتے تھے۔ چنانچہ آخر میں ان کے دوسرے پیشوا باجی راؤ نے نواب نظام الملک سے مصالحت کرلی اور مرہٹے دکن کو چھوڑ کر گجرات اور مالوے پر چھاپے مارنے لگے جہاں نواب آصف جاہ جیسا کوئی پختہ کار سردار انھیں روکنے والا نہ تھا۔ ان کی مبہم یورشوں کا نتیجہ یہہ ہوا کہ ان صوبوں میں ہر طرف ویرانی اور بدنظمی پھیل گئی۔ نواب آصف جاہ کو دوبارہ محمد شاہ کی مدد کے لئے دہلی جانا پڑا ۱۱۵۰ھ دہلی روانہ ہونے وقت آپ نے اپنے فرزند ارجمند نواب ناصر جنگ کو نائب دکن مقرر کیا تھا۔ دہلی پہنچنے کے دو مہینے بعد بادشاہ نے آپ کو مرہٹوں کی تنبیہہ کے لئے رخصت فرمایا آپ جب اکبرآباد پہنچے تو جنوب کی راہ چھوڑ کر مشرق کی طرف ہو گئے۔ اٹاوہ سے اور للت پور کو پار کر کے کالپی کے قریب دریائے جمنا کو عبور کیا اور وہاں سے جنوب کا رخ کیا اور ملک مالوہ پہنچے وہاں سے شہر بھوپال آئے مرہٹوں کی فوج دکن سے بھوپال کی طرف پیش قدمی

کررہی تھی۔ بھوپال کی نواح میں سخت لڑائی ٹھنی اسی عرصہ میں نادرشاہ کی آمد آمد
کا غلغلہ بلند ہوا نواب نے مصلحتِ وقت کو دیکھ کر پایۂ تخت کو مراجعت فرمائی

حملۂ نادری

نادر شاہ کا حملہ ایک قہرِ الٰہی تھا۔ محمد شاہ اس کے مقابلہ کے لئے دو لاکھ کی فوج
کے ساتھ گیا لیکن شکست کھائی دونوں میں نواب نظام الملک کی وساطت سے صلح ہوئی
چار کروڑ روپے تاوان جنگ کا بار محمد شاہ نے برداشت کرنے کا وعدہ کیا اور ادائے تاوان
تک دارالسلطنت دہلی پر نادری قبضہ تسلیم کر لیا، نادری سپاہی شہر میں گھوم رہے تھے
کہ اہل شہر سے کسی بات پر ان بن ہو گئی اسی بلوہ میں نادر شاہ کے قتل ہونے کی افواہ
اڑ گئی۔ بلوائیوں کا جوش اور بڑھ گیا۔ نادر نے بلوہ کو فرو کرنے کی کوشش کی خود چاندنی چوک
میں کوتوالی چبوترے کے قریب سنہری مسجد میں پہنچا کسی نے اس پر گولی چلا دی۔ نشانہ
خطا گیا اس کی جان تو بچی لیکن اس قدر غضبناک ہوا کہ قتل عام کا حکم دے دیا۔ تمام
شہر میں قیامت برپا کی صبح کے آٹھ بجے سے شام کے تین بجے تک قتل و غارت کا بازار
گرم تھا نادری سپاہیوں نے وہ ستم ڈھایا کہ ایک لاکھ سے اوپر جانیں تلف ہو گئیں
جس میں کئی بے گناہ مرد اور عورتیں، و بچے بھی تہہ تیغ ہو گئے شہر کے گلی کوچے مُردوں
سے اٹے پڑے تھے جدھر نظر اٹھتی تھی نعشوں کے ڈھیر کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ گھر گھر کہرام
مچا ہوا تھا۔ ایسے نازک اور نفسی نفسی کے عالم میں کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ خونخوار فاتح
سے آنکھیں چار کرے یہ کہن سال جوان ہمت نواب آصف جاہ بہادر ہی کا دل
گردہ تھا کہ وہ نادر شاہ کے پاس ایسے وقت پہونچے جب وہ فرط غیظ و غضب سے بےخود
ہو کر تلوار بے نیام کئے خونین منظر سے اپنی آنکھیں سینک رہا تھا۔ آپ نے باسلوب

شائستہ وحشی قزل باشوں کے ناقابل برداشت ظلم وستم اور نہتے اور بےبس شہریوں کی خونریزی کا حال سنایا اور آن کی آن میں سخت پتھر کو موم بنا دیا اس نے یہہ کہتے ہوئے کہ مجھے تمہاری ڈاڑھی کا لحاظ ہے تلوار نیام میں داخل کر دی۔ آپ سے بہ لطف و مدارات پیش آیا۔ مشہور روایت ہے کہ آپ سے کہا محمد شاہ کے مقابلہ میں تخت دہلی تمھیں زیبا ہے اگر چاہو تو میں اس کا انتظام کر دوں اور تمہاری حمایت کے لئے قزل باشوں کی ایک دلیر جماعت چھوڑ جاؤں۔ اگر کسی کی زبان پر جرأت اعتراض آیا تو اس کی کھال کھینچ دی جائے گی آپ نے کمال دلیری سے جواب دیا کہ "ما مردم نوکر پیشہ ایم مارا از سلطنت چہ کار، داغ نمک حرامی بہ فرق اطاعت روانمی داریم" اس پر نادرشاہ نے قدیم شاہی خطابات کے سوا امیرالامرای کے منصب سے آپ کو سرفراز کیا جو اس کے جانے کے بعد تک بحال رہا۔

جب نادرشاہ گیا تو چار کروڑ روپے کے ساتھ تخت طاؤس بھی لے گیا لوٹ کا مال اس کے سوا تھا۔ دہلی سے روانہ ہونے کے بعد جب پہلی منزل پر اس نے اسباب غنیمت کا جائزہ لیا تو اسی کروڑ کا تخمینہ ہوا مال سے زیادہ جان کا نقصان ہوا۔ دہلی سوگوار تھی گلی کوچے بھیانک ڈراؤنے اور سونے پڑے تھے۔ یہہ ایسا کاری گھاؤ لگا کہ اندمال ناممکن ہو گیا۔ سلطنت کی بنیادیں ہل گئیں اور وہ خرابی پڑی کہ پھر تعمیر کی شرمندہ نہ ہوئی مقتدر و مدبر امراء بھی دربار سے کنارہ کش ہو گئے نواب آصف جاہ بہادر کی دوربین نگاہوں نے خوب اندازہ لگا لیا کہ سلطنت مغلیہ کچھ دم کی مہمان ہے اور اس جاں بلب مریض کے بچنے کا کوئی علاج نہیں اس لئے اگر دکن سے غافل رہ کر اس طرف توجہہ اور

کوشش کو صرف کر دیا جائے تو پھر اس وسیع علاقہ سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا۔ اور اس طرح مغلوں کی یادگار جن کا وہ پشت ہا پشت نمک کھاتے چلے آرہے تھے ہندوستان سے یکسر مٹ جائے گی۔

مراجعت دکن اور توسیع ممالک محروسہ

اس خیال سے حضرت آصف جاہ نے ۱۱۵۳ھ میں بادشاہ سے رخصت حاصل کی اور دکن کا رخ کیا جب وہ سواد برہان پور پہنچے تو انھیں ایک عجیب ناگوار صورت حال سے مقابلہ کرنا پڑا ایک فتنہ پرداز جماعت نے ان کے بڑے بیٹے نواب ناصر جنگ کو جو اُن کی غیر حاضری میں نائب دکن تھے آپ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا۔ ابتداً تو اکثر دکن کے سرداروں اور فوجوں نے اتفاق کا رشتہ مضبوط کیا لیکن جب نواب آصف جاہ کی نمک خواری کا خیال کیا تو اقدام حرب میں ان کا ایک قدم بھی نہ اٹھنے پایا نواب ناصر جنگ نے جب یہہ رنگ دیکھا تو روضہ شاہ برہان الدین غریب میں عزلت نشین ہو گئے نواب آصف جاہ نے ملکی انتظامات کو درست کیا اور برسات کے اوائل میں اورنگ آباد پہنچ گئے نواب ناصر جنگ اس اندیشہ سے کہ آویزش رونما نہ ہو۔ روضہ سے قلعہ ٹہر چلے گئے نواب آصف جاہ نے اپنے قاعدے کے مطابق سپاہیوں اور فوجی سواروں کو اپنے اپنے وطن اور چراگاہ جانے کی اجازت دے دی اور تنہا اورنگ آباد میں قیام فرما ہو گئے۔ موقعہ طلب فتنہ پرداز جماعت نے جب نواب آصف جاہ کو تنہا دیکھا تو پھر نواب ناصر جنگ کو ابھارا اور تقریباً سات ہزار سوار فراہم کر کے یلغار کرتے ہوئے اورنگ آباد کے قریب پہنچ گئے۔ نواب آصف جاہ بہادر نے چند آدمیوں کو لے کر جو حاضر تھے توپ خانہ درست کیا اور عیدگاہ کی جانب مقابلے کے لئے روانہ ہوئے ۲۰ جمادی الاول ۱۱۵۴ھ کو بہ وقت شام لڑائی ٹھنی نواب ناصر جنگ نے

اپنے ہاتھی کو دوڑاکر نواب آصف جاہ کے ہاتھی کے قریب پہنچا دیا لیکن زخمی ہوئے اور اپنے پدر بزرگوار کے ہاتھوں گرفتار۔ نواب مغفرت مآب نے ایک عرصہ تک آپ کو نظربند رکھا اور آپ کا خطاب ضبط رکھا اور اس کے بعد نہایت خندہ پیشانی سے فردجرم پر قلم عفو پھیر دیا۔

اب تک نواب آصف جاہ بہادر نے شمالی دکن کے تمام فتنے دبا دئے تھے اب انھیں جنوبی دکن کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت تھی اس لئے آپ نے سب سے پہلے ۱۱۵۶ھ میں تسخیر کرناٹک کا عزم کیا اس ملک میں پہنچ کر اول قلعہ ترچناپلی کو جو مرہٹوں کے قبضہ میں تھا محاصرہ کرکے فتح کرلیا اس کے بعد ملک ارکاٹ کو جس پر عرصۂ دراز سے قوم نوایت متصرف تھی اپنے قبضہ میں کرلیا۔ اور وہاں اپنی طرف سے ایک حاکم مقرر کرکے ۱۱۵۷ھ میں اورنگ آباد واپس ہوئے ۱۱۵۹ھ میں قلعہ پالکنڈہ کو مسخر کیا۔

وفات

۱۱۶۱ھ میں احمد شاہ ابدالی کی آمد آمد کی خبر گرم ہوئی آپ فوراً اورنگ آباد سے برہان پور کی طرف روانہ ہوگئے، اسی اثنا میں آپ کو ایک شدید مرض لاحق ہوگیا آپ نے اورنگ آباد کا قصد کیا لیکن مرض نے شدت اختیار کرلی اس لئے شہر برہان پور کے سواد میں آپ خیمہ زن ہوگئے۔ بیماری روز بروز قوت پکڑنے لگی اور جب آپ کو موت کا یقین ہوگیا تو آپ نے کوئی سترہ وصیتیں اپنے فرزند اکبر نواب ناصر جنگ کو فرمائیں جن میں نظم مملکت اور امور سلطنت کے مطابق اپنے تجربوں کا نچوڑ بیان فرمایا آخری ہدایت جو دم توڑتے توڑتے فرمائی وہ یہہ ہے "اٹھو، کمر ہمت چست کرو، تغافل کی گرد کو اپنے دامن سے جھاڑو۔ اپنے لوگوں کو امور سلطنت کی طرف متوجہ کرو، انھیں مناسب خدمتوں پر مامور کرو۔

ہم تمھیں خدا کی حفظ وامان میں چھوڑتے ہیں وہ تمہارا سہارا ہے وہ تمھاری رہبری ونگرانی کرے گا" یہہ کلمات آپ کی زبان مبارک سے ادا ہوئے ہی تھے کہ ۴ جمادی الآخر ۱۱۶۱ھ کو بوقت عصر آپ کا طائر روح پرواز کرگیا۔

میر غلام علی آزاد کا بیان ہے کہ جس وقت آپ کی نعش مبارک اٹھائی گئی تو معلوم ہوتا تھا کہ زمین وآسمان لرز رہے ہیں۔ امرائے عظام جنازہ کو دوش بدوش ایک میدان میں لائے نماز جنازہ ادا کی، اور نعش کو روضہ شاہ برہان الدین غریب میں روانہ کیا حضرت شیخ کے پایان، بقدر مائل بہ قبلہ آپ کو سپرد خاک کیا، آزاد بلگرامی نے "متوجہ بہشت" سے تاریخ رحلت نکالی ہے
۱۱۶۱ھ

شخصیت اور سیاسی تدبر

حضرت نواب آصف جاہ بہادر کی فوجی زندگی کا ہم نے ایک نہایت سرسری خاکہ پیش کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے مدت العمر میں اٹھتر جنگیں کیں۔ اور ہمیشہ مظفر و منصور رہے جس طرح آپ ایک دلیر و جری سپہ سالار تھے اسی طرح ایک مدبر و منتظم حکمران بھی تھے۔ انتظام مملکت کی تفصیلات کے اظہار کا یہاں موقع نہیں، میں بطور اجمال چند اہم امور کی طرف اشارہ کروں گا۔ ملکی سیاسی افراتفری، انتظامی خرابی خانہ جنگی اور حرب و پیکار کے ہجوم میں عدل و انصاف اور امن و امان کے قیام کی کسے توقع ہو سکتی ہے تاہم یہ حضرت آصف جاہ کے روشن دل و دماغ، پختہ تجربے، اٹل ہمت اور ان تھک کوششوں کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے ایسے گراں قدر، حیرت انگیز کارنامے انجام دئے جو محض امن و اطمینان کے آغوش میں پرورش پاتے ہیں۔

آپ کی ملکی و مالی اصلاحات کے سلسلے میں سب سے پہلے میں ان تجاویز کا ذکر کروں گا جو آپ نے بزمانۂ وزارت محمد شاہ کے حضور میں اصلاح و استحکام سلطنت کے لئے پیش کی تھیں اول یہ کہ بحال خالصہ کا جاگیرداروں کو اجارہ پر دینے کا طریقہ موقوف کیا جائے جو رعایا کی تکلیف و بربادی اور ملک کی ویرانی کا سبب ہے۔ دوم پیش کش کے نام سے جو روپیہ امیروں یا عہدہ داروں سے لیا جاتا ہے وہ نہ لیا جانا چاہیے کیونکہ وہ درحقیقت رشوت کا ایک مہذب پیرایہ ہے اور بادشاہوں کی شان کے خلاف ہے (۳) محصول جزیہ جسے سیدوں نے اپنے ہندو حامیوں کی رعایت سے

موقوف کردیا تھا پھر جاری کیا جائے (۴) دولتِ ایران کو جس پر افغان یورش کر رہے ہیں مدد دی جائے کہ نہ صرف موجبِ نیک نامی ہے بلکہ اس احسان کا بدلہ بھی ہے جو اس سلطنت نے ہمایوں بادشاہ پر کیا تھا۔

درباری سازشوں اور غمازیوں نے اِن تجاویز کو عملی صورت اختیار کرنے سے محروم کر دیا، جس سے حضرت آصف جاہ دربار سے بددل اور رنجیدہ ہو گئے۔ وہاں سے کنارہ کشی کرنے کے اسباب میں بڑا سبب ان تجاویز کی ناکامی بھی ہے۔ دربار دہلی میں یہ تجاویز رو براہ نہ ہو سکیں لیکن ان کی انتظامی و اصلاحی تدبر کی جولانیوں کے لئے دکن کا میدان کھلا تھا۔ چنانچہ انھوں نے یہاں جو کارہائے نمایاں انجام دیے ان کا ایک سرسری خاکہ میں پیش کرتا ہوں۔

مرہٹوں کا مقابلہ

جس وقت آپ صوبہ دار دکن ہو کر اورنگ آباد تشریف فرما ہوئے تو آپ نے حکومت کی بگڑی ہوئی کل کو درست کرنا شروع کیا، سادات بارہ نے مرہٹوں کو محاصل دکن سے چوتھ کی سند عطاء کی تھی۔ جاگیردار چوتھ سے مستثنیٰ تھے لیکن مرہٹوں کے گماشتے جبراً و قہراً ان سے بھی چوتھ وصول کرتے تھے۔ چوتھ کے سوا حق دیسکھی دس فی صدی رعایا سے وصول کرتے تھے۔ اور تاجروں اور مسافروں سے نہایت جبر و تعدی کے ساتھ ناقابل برداشت محاصل اینٹھ لیا کرتے تھے۔ مرہٹوں نے دراصل مغلیہ نظام کو درہم برہم کرنے کے لئے ایک سازشی جال پھیلا دیا تھا۔ اور درپردہ اپنی حکومت کے قیام کا منصوبہ سوچ رکھا تھا۔ نواب آصف جاہ نے مرہٹوں کے اقتدار کی جڑ کاٹ دی اور علانیہ اس کا اظہار کیا کہ وہ ان کے اس طرز عمل کا ہر ممکن طریقہ سے سدباب کریں گے۔ انھوں نے حق دیسکھ کو موقوف کر دیا۔ اور حق دیسکھی کے وصول کرنے والوں کی جماعت کو برخاست فرما دیا۔ رعایا کو مفسد زمینداروں، ظالم مقدموں اور سرکش نائکوں کے پنجۂ ستم سے نجات دلائی۔ بڑے بڑے سرکشوں اور گردن فرازوں کو مطیع و مسخر فرمایا جنوب کے دور دراز علاقوں میں قزاقوں اور رہزنوں کی بیخ کنی کی اور اس طرح مسافروں اور تاجروں کے لئے امن و آرام کے راستے کھول دئے۔

انھوں نے نہ صرف دکن میں مغلیہ فتوحات کو برقرار رکھا بلکہ عدل و انصاف اور امن و اطمینان کو بھی مضبوط بنیادوں پر قائم کیا۔ لوگوں کو بے بسی اور بے چارگی کے

پنجہ سے چھڑایا اور ایک منظم اور باضابطہ حکومت قائم کی۔ انھوں نے طریقۂ مالگزاری کی جدید تنظیم کی جس میں نہایت پیچیدہ خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں انھوں نے ایک ضابطہ مقرر کیا تھا کہ سرکاری عمال کاشتکاروں کے ساتھ ہمدردانہ برتاؤ کریں، ان کے حالات کی تحقیق میں سرگرم رہیں اور انھیں اپنی دانشمندی سے بہتر ترغیب دلائیں کہ وہ زیادہ سے زیادہ رقبۂ زمین کو قابل کاشت بنائیں انھوں نے ایک خاص انتظام و نگرانی کے تحت شرح محاصل میں تخفیف کردی ان کی حکومت کا مقصد یہہ تھا کہ رعایا کی فلاح و بہبود میں دائمی ترقی ہو۔

اہلِ یورپ سے روابط

آپ کے سیاسی کارناموں میں ایک چیز بطورِ خاص قابلِ ذکر ہے اور وہ اہلِ یورپ کے ساتھ روابط ہے ۔

آپ کی حکومت پورے دکن پر پھیلی ہوئی تھی یعنی دریائے تاپتی سے لے کر میسور اور کرناٹک کے حدود سے آگے ترچنا پلی تک قلمرو کی اس وسعت کے ساتھ انھیں یہ مواقع حاصل تھے کہ وہ ان یورپی دول کے ساتھ روابط قائم کریں جو ساحل کارومنڈل پر آباد تھیں۔ آپ نے ان کے ساتھ دوستانہ مراسم رکھے تاکہ مرہٹے جنوب کے دور دراز حدود پر متنبہ نہ ہو جائیں انگریز اور فرانسیسی بھی اپنے تجارتی مفاد کی توسیع کی خاطر صوبہ دار دکن کی عنایات کے محتاج وطالب تھے دونوں ان کا سہارا ڈھونڈھتے تھے نواب آصف جاہ بہادر ان کی تجارتی کش مکش میں بالکل غیر جانب دار رہے حالانکہ ان کا رجحان فرانسیسیوں کی حمایت میں کسی قدر تھا۔ لیکن انھوں نے کبھی یہ محسوس نہ ہونے دیا کہ ان کی توجہ کس کے حق میں ہے ۔ ان کا یہ طرزِ عمل علمائے تاریخ کے نزدیک لائقِ تحسین اور سیاسی تدبر پر مبنی ہے ۔

علوم و فنون اور فضل و کمال سے دلچسپی

آپ کو عمارات سے بھی خاص ذوق تھا۔ ملکی، مالی اور جنگی جہات نے اس طرف خاطر خواہ توجہ کرنے نہیں دی تاہم جب کبھی آپ کو موقع ملا آپ اس طرف سے غافل نہیں رہے آپ کی تعمیری یادگاروں میں سے برہان پور کی شہر پناہ، نظام آباد کی آبادی، مسجد کارواں سرا، دولت خانہ اور پل، حیدر آباد کی شہر پناہ کی تکمیل ہرسول کی نہر کی ترمیم اور بقول بعض مورخین کے نہر عنبری کے سوا ایک علاحدہ نہر کی تعمیر ہے، اورنگ آباد آپ کی راجدھانی تھی ان کے زمانہ میں جو رونق اور چہل پہل اس کو نصیب تھی وہ نہ تو اس سے پہلے اور نہ بعد میں اسے میسر ہوئی، کہا جاتا ہے کہ اس وقت اس کی آبادی دس لاکھ کے قریب تھی اور بقول حسان الہند میر غلام علی آزاد یہ بیت الامن تھا۔

مغلیہ دربار کا رنگ بگڑ چکا تھا وہاں سے علما، فضلا، شعراء، شرفاء، مشائخین اور امراء یکے بعد دیگرے رخصت ہونے لگے بات یہ ہے کہ ملکی و سیاسی امور میں اس قدر اختلاف پیدا ہو گیا تھا کہ مغلوں کی عظیم الشان سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ اس کا اثر عام معاشرتی اور تمدنی حالات پر بہت برا پڑا تمام ملک میں عام طور سے افلاس و بدامنی تھی اور خصوصاً پائے تخت دہلی کی حالت نہایت زبون تھی مسلسل و متواتر جنگوں کے جھکولوں نے لوگوں کے سامنے ایک خوفناک خونیں منظر اور دنیا کی بے ثباتی کا ایک ہولناک نقشہ کھڑا کر دیا تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ معاشرت، تمدن اور اخلاق غرض ہر چیز پر

یاس وہراس چھاگئے اور زندگی کے ہر شعبے پر قنوطیت اور خوف ورجا کا رنگ جم گیا، علوم وفنون پر اوس پڑگئی اور ان کے ماہرین کے دل و دماغ خوشی ومسرت کے نور سے محروم ہوگئے۔ بظاہر یہہ معلوم ہوتا تھا کہ وہ علوم وفنون جو امن واطمینان کے آغوش میں پرورش پاتے ہیں بے ٹھور ٹھکانے ہوگئے دہلی کے ان سیاسی انقلابات کے باوجود ان چیزوں کے لئے اگر کوئی ٹھکانہ تھا تو وہ دربار آصفی تھا۔

مشہور ہے کہ حضرت **مغفرت مآب** کے دو لشکر تھے ایک **لشکر وغا** اور دوسرا **لشکر دعا** اول الذکر سے مراد جانباز سپاہیوں اور موروثی اہل تیغ کا وہ گروہ ہے جو آپ کے ہمرکاب دہلی سے دکن آیا اس میں خاندانی اور شریف ونجیب جنگجو کی ایک کثیر جماعت تھی۔ لشکر دعا میں وہ صاحب دل اور اہل فضل وکمال بزرگ تھے جن کی آستانوں پر بڑے بڑے گردن فراز اپنی پیشانیاں رگڑتے تھے، اس مقدس جماعت کے اکثر افراد محض عزلت گزین وزاویہ نشین نہ تھے بلکہ ملکی وجنگی مہمات میں عام سپاہیوں کی طرح شریک ہوتے تھے مدعا یہہ ہے کہ جب دہلی کے انقلاب میں ان کے قدم اکھڑے تو وہ سیدھے دکن پہونچے اور یہاں نواب مغفرت مآب کا پرامن توسل اختیار کرلیا۔

حضرت نواب مغفرت مآب کو علماء وفضلاء کی صحبت میں خاص لطف آتا تھا۔ اور وہ ہر روز دوپہر کے وقت ان سے علمی مباحث پر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ ترکی زبان پر کامل عبور حاصل تھا اور اس میں بڑے شوق سے بات چیت کیا کرتے تھے۔ فارسی زبان کے بڑے عالم تھے۔ اور اس زبان میں کمال استادی کے ساتھ طبع آزمائی کرتے تھے۔

ابتدائً شاکرتخلص کیا تھا۔ لیکن جب آصف جاہ کے خطاب سے سرفراز ہوئے تو اسے ترک کرکے آصف تخلص اختیار کرلیا۔ آپ کے دو دیوان مرتب و مدون ہو کر چھپ چکے ہیں۔ علماء، فضلا اور شاعروں کے آپ بڑے قدردان تھے۔ چنانچہ بقول میر غلام علی آزاد آپ کی قدردانی کا آوازہ سن کر عرب، ماوراالنہر، خراسان، عراق عجم، ہندوستان و سندھ سے سادات، علماء اور مشائخین دکن کا رخ کرتے تھے اور اپنے استحقاق و قسمت کے لحاظ سے نواب آصف جاہ کے احسانِ عام سے بہرہ اندوز ہوتے تھے۔

غرض نواب آصف جاہ کے طفیل میں دکن علم و فضل کا گہوارہ بن گیا تھا۔ اور ان کے ساتھ جو آبادی اورنگ آباد میں بس گئی تھی اس میں بڑے بڑے صاحبانِ فن و کمال موجود تھے۔ دیگر علوم و فنون کے قطع نظر جو چیز سب سے زیادہ جاذبِ نظر ہے وہ اردو شاعری کا فروغ ہے۔ اسی مضمون میں میں نے کہیں عرض کیا ہے کہ اس وقت اورنگ آباد کی آبادی دس لاکھ کے قریب تھی جس کی تہذیب و تمدن، معاشرت و بود و باش کا نقشہ بالکل دہلی کا سا تھا۔ گویا نواب مغفرت مآب نے دکن میں ایک نئی دہلی آباد کی تھی اس زمانہ کے جتنے شعراء خصوصاً اردو گو شعراء تھے وہ سب اہل لشکر تھے۔ میں نے ایسے تقریباً پانچ سو شاعروں کے حالات اور کلام جمع کئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ اردو کے دور وسطیٰ میں یہاں شاعری کو کس قدر فروغ ہوا ان ہی شاعروں کے کلام نے شمالی ہند کے شعراء کو اردو میں طبع آزمائی کرنے کے لئے متاثر و متحرک کردیا۔ جہاں بالآخر ایک ممتاز و دلچسپ شاعری کی بنا پڑی ان حالات پر اگر نظر کی جائے تو نواب مغفرت مآب کا اردو شاعری پر احسانِ عظیم ہے۔

سیرت

حضرت آصف جاہ کی سیرت پر ان کے خاندانی اثرات کے سوا عالمگیر کے کردار کا بھی بڑا گہرا اور بین اثر پڑا وہ عہدِ طفلی سے اس صاحبِ سیرت شہنشاہ سے بخوبی واقف و باخبر تھے اور اس کے دربار میں آمد و رفت رکھتے تھے یہی وجہہ ہے کہ وہ بچپن ہی سے اس کی شخصی و درباری روایات سے متاثر تھے ان کے پیشِ نظر ایک خاص سیاسی مقصد تھا جس کے حاصل کرنے کے لئے وہ ایک نہایت طاقتور قوتِ ارادی رکھتے تھے مملکت کی فلاح و بہبود ان کا اولین مطمح نظر تھا اس مطمح نظر اور مقصدِ زندگی نے ان کی سیرت کی بھی تشکیل کی چنانچہ ہمیں اس کی روشنی میں ان کے کردار کے سونے کو پرکھنا ہے۔

انھوں نے اپنی پوری زندگی سعی و تعب میں گزار دی بڑے سے بڑا کارنامہ انجام دیا لیکن اس کی خوشی کی ترنگ میں کبھی آرام سے اپنے بے چین جسم کو آلودہ نہیں کیا بلکہ اہم و مشکل تر کام کی دھن میں لگ گئے مہم جو طبیعت لے آئے تھے ان کی زندگی سادہ اور پاکیزہ تھی وہ اپنے عادات میں نہایت راسخ اور پابند تھے انتہائی مایوسی میں بھی وہ کبھی اپنے مقصد کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے یہہ بڑے آدمی کی علامت ہے۔

ابتداءً دکن کی جنگی مہمات میں انھیں ہتھیلی پر جان لے کر لڑنا بھڑنا پڑا اس لئے وہ ہمیشہ کے لئے ہر خطرے اور مصیبت کے جھیلنے کے عادی ہو گئے تھے یہہ کہنا بے جا نہیں کہ تلوار کے قبضے سے ان کا ہاتھ کبھی ہٹنے نہیں پایا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی رگوں میں ایک

دریافت فرمایا کہ کون سی کتاب پڑھتے ہو اس نے کہا مطول پھر سوال کیا کہ مطول کا املا کیا ہے اس نے جواب دیا تائے منقوط۔ **نواب مغفرت مآب** نے تعجب سے پوچھا تائے منقوط! طالب علم نے نہایت اطمینان سے جواب دیا' جی ہاں! نواب مغفرت مآب مسکرا کر فرمانے لگے کہ تم نے بڑا لطیفہ پیدا کیا اس لئے کہ لفظ منقوط میں جو "تا" ہے وہ غیر نقطہ دار ہے۔ اس روز سے اس کے لئے وظیفہ منظور فرمایا۔

خاتمہ

یہ حضرت مغفرت مآب کے سوانح حیات کا ایک سرسری اور ناتمام خاکہ تھا جو نہایت روا روی قلت مواد و وقت میں مرتب کیا گیا۔ لیکن اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی زندگی کس قدر سبق آموز ہے۔ آپ کے دکن میں گوناگوں احسانات ہیں جن کے بارے ہم کبھی سبکدوش نہیں ہوسکتے، ملک و رعایا کی فلاح و بہبود کی خاطر آپ نے کس قدر جانفشانیاں کیں کس قدر بے لوث ایثار سے کام لیا۔ اور کس طرح ایک ایسی سلطنت کی بنیاد ڈالی جس کے سایہ میں اہل دکن دو سو سال سے امن و امان اور راحت و آسایش کے مزے لوٹ رہے ہیں ایسے واجب التقدیس بزرگ اور محسن کی یاد تازہ کرنا اور اس کے سوانح سے کماحقہ واقف ہونا ہمارا ناقابل فراموش فرض ہے اس ذکر خیر سے ہماری رگوں میں ہمت و استقلال کا خون اچھلنے لگتا ہے مردہ امنگوں کی کھیتی لہلہا اٹھتی ہے اس کی حیات، عزم و ہمت، الوالعزمی اور ایثار کا درس دیتی ہے۔

ادارۂ ادبیات اردو کا ماہنامہ

سب رس

اس رسالہ میں ادبی اور عام دلچسپی کے معیاری مضامین اور ہندوستان کے بلند پایہ شعراء کا کلام شائع ہوتا ہے نفیس طباعت نایاب تصاویر اور دیدہ زیبی اس کی خصوصیت ہے۔ اس قلیل عرصے میں اس نے وہ علمی و ادبی خدمت کی ہے کہ اس کو ہندوستان کے بلند پایہ اور معیاری رسائل کی صف میں نمایاں جگہ حاصل ہے۔ اس کا مطالعہ ذوقِ ادب کی تشفی اور لمحاتِ فرصت کو خوشگوار بنانے میں یقیناً کامیاب ثابت ہوگا بچوں کے لئے بھی ایک ضمیمہ علٰحدہ طور پر شائع ہوتا ہے جس میں دلچسپ کہانیاں، قصے، مضامین اور نظمیں ہوتی ہیں — بچے اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔

سب رس کا سالانہ چندہ ...... چار روپے

ضمیمہ " " " " ...... ایک روپیہ

اخراجاتِ ڈاک بذمۂ خریدار

اِدارۂ ادبیاتِ اُردو

Title Printed at Hyderabad Printing Works